

دوکنارے

تمیں بس پہلے سویڈن جانے کا اتفاق ہوا۔ خاصے طویل عرصے میں اس معاشرے کو سمجھنے کا موقع ملا۔ حد درجہ خوبصورت لوگ اور کمال ملک۔ شاک ہوم جیسا جاذب انظر شہر بہت کم دیکھنے کو ملا ہے۔ دنیا کے ان گنت ملک دیکھ چکا ہوں۔ مگر جو انفرادیت اور کمال، نورڈ کم مالک کو حاصل ہے۔ اس کی مثال تلاش کرنا ناممکن ہے۔ جب پہلی بار شاک ہوم جانے کا اتفاق ہوا تو ایک سویڈش خاندان کے ہمراہ اس ملک کو دیکھنا ایک نایاب تجربہ تھا۔ عرض کرتا چلوں۔ سویڈن، ڈنمارک اور ناروے، تمام دنیا سے ہر لحاظ سے مختلف ملک ہیں۔ حد درجہ ٹھنڈا موسم اور برف باری نے ان اقوام کے مزاج پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ خاموش طبع لوگ ہیں اور ان کے بولنے میں تندی نہیں۔ سویڈن کے لوگ ہر طور پر مختلف ہیں۔ تمام پاکستانی جو وہاں رہتے ہیں۔ انہیں یہ فرق صاف طور پر معلوم ہے۔ ایک بات لکھنے لکھنے یاد آئی ہے۔ جہاز میں ایرانی خواتین بھی موجود تھیں۔ جنہوں نے مکمل سیاہ رنگ کا عبایرہ سا اور ڈھر کھا تھا۔ متعدد نے تو نقاب بھی پہن رکھا تھا۔ جیسے ہی جہاز میں اعلان کیا گیا کہ تمیں چالیس منٹ میں شاک ہوم لینڈنگ ہو جائے گی۔ ایک ایک کر کے تمام ایرانی خواتین واش رومن گئیں۔ واپس آئیں تو حد درجہ مغربی لباس پہن رکھا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہ وہ عورتیں ہی نہیں۔ جنہوں نے ایک گھنٹہ پہلے مکمل مشرقی لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ لباس ہر چیز تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر میں نے جہاز میں ان کو پہنے، مخصوص حلیہ میں نہ دیکھا ہوتا تو یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ وہی خواتین ہیں۔ خیر یہ ایک معمولی سی بات ہے۔ پاکستانیوں کی دوسری نسل جو یورپ میں پیدا ہوئی اور وہیں پلی بڑھی، کسی بھی صورت میں مغربی شعور سے باہر نکلنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ ایک حد درجہ مہیب سماجی کشمکش اور گھر یلو تنا و کی بنیاد بنتی ہے۔ بات شاک ہوم کی ہو رہی تھی۔ وہاں کے سماجی، گھریلو، اقتصادی اور سیاسی نظام کو ہمارے لئے سمجھنا از حد ضروری ہے۔ مگر یہ ضرورت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو وہاں آتے جاتے رہتے ہیں یا مستقل قیام پذیر ہیں۔

تین دہائیاں پہلے شاک ہوم میں مہاجرین کی تعداد کافی کم تھی۔ چند سو تک، وہاں کسی غیر قانونی طریقے سے پہنچ گئے تھے۔ اور شہر کے ایک حصے میں کیمپوں میں اس وقت تک رہ رہے تھے۔ جب تک ان کی شہریت کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ وہ درمیانی درجے کے خیموں میں ہی رکھے گئے تھے۔ پہلی بار ان کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو وہاں رہتے ہوئے انہیں چار سال ہو چکے تھے۔ 1993ء کا وقت تھا۔ اب تو خیر نورڈ کم مالک میں ان گنت تارکین وطن رہتے ہیں۔ شاید آپ کو برا لگے۔ مقامی لوگوں کے مطابق، مہاجرین نے سویڈن کے سماجی نظام پر حد درجہ باؤڈال دیا ہے۔ ویسے ان لوگوں کی دلیل بے بنیاد نہیں۔ مہاجرین بالخصوص مسلمان ممالک سے گئے ہوئے لوگ، کسی صورت میں اس معاشرے کا حصہ بننے کو تیار نہیں، بلکہ وہ اس کی ضد پر جیتے ہیں۔ سویڈش لوگوں سے انہیں عجیب سی الجھن ہوتی ہے۔ تضاد یہ ہے کہ وہ رہتے بھی وہیں ہیں۔ ان کے نظام سے بیش بہا فائدہ بھی اٹھاتے ہیں اور ان سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ مگر کوئی بھی اپنے آبائی ملک جانے کے لئے تیار نہیں۔ آج بھی یہی روایہ ہے۔ پورے یورپ یا امریکہ تک ہم لوگوں کی اکثریت حد درجہ ذہنی انتشار کا شکار ہے۔ پہلے دن شام کو ایک عجیب سماجی تھوڑا سا واقعہ ہوا۔ اس کا آج تک یاد ہے۔ ایک سویڈش ریسٹورنٹ میں رات کا کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ یہ شاک ہوم کے بہترین طعام گاہوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا باور پچی خانہ، ریسٹورنٹ کے درمیان میں تھا۔ اور شیشے کا بنا ہوا تھا۔ کھانا بنانے والے آپ کو بڑے صاف نظر آ رہے تھے۔ میرے ہمراہ سویڈش فیملی تھی۔ احساس ہوا کہ شیشے کے کمرے میں کوئی مجھے بغور دیکھتا ہے۔ جب میں نظر دوڑاتا ہوں تو وہ شخص غائب ہو جاتا ہے۔ ایسے لگا کہ مجھے وہم ہو رہا ہے۔ بہر حال کھانا کھانے کے بعد جب مل دے چکا تو ریسٹورنٹ کے عملے کا ایک شخص بڑی شائستگی سے میرے پاس آیا۔ پوچھنے لگا آپ پاکستان سے آئے ہیں۔ جی ہاں، میرے جواب پر اس نے حد درجہ منفرد بات کی۔ میں ہی وہ شخص تھا جو آپ کو شیشے کے کمرے سے چھپ جھپ کر دیکھ رہا تھا۔ وجہ یہ کہ یہ ایک مہنگا ہوٹل ہے۔ چند ماہ پہلے یہاں دو پاکستانی کھانے کے لئے آئے تو انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہاں کھانا سستا نہیں ہے۔ ان کے پاس مل دینے کے پورے پسی نہیں تھے۔ آخر وہ پوچھنے لگے، کہ اس جگہ کوئی پاکستانی کام کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انتظامیہ ان کار نہیں کر سکتی تھی۔ ان لوگوں نے آدھا بل میرے سے دلواہ اور پھر شکریہ ادا کیے بغیر واپس چلے گئے۔ اس دن سے فیصلہ کیا کہ اس ہوٹل میں اگر کوئی ہم وطن آتا ہے تو اسے اس وقت تک نہیں ملوں گا جب تک وہ اپنا حساب نہیں چکا دیتے۔ یقین فرمائیے اس واقعہ کو سننے سے میں حد درجہ شرمندہ ہوا۔ سویڈش لوگ پوچھنے لگے کہ کیا ماجرہ ہے۔ جب میں نے اصل بات بتائی تو وہ مکمل خاموش ہو گئے۔

شاک ہوم سے ملے جاتے ہوئے راستے میں ایک زی تعمیر بہت بڑی مسجد نظر آئی۔ گاڑی روک دی۔ وہاں گورے مزدور بڑی تند ہی سے حد درجہ خوبصورت مسجد بنانے میں مصروف تھے۔ حیرت ہوئی کہ یہاں ہماری عبادت گاہ کا کیا جواز ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس علاقے میں دنیا بھر سے کافی مسلمان آپکے ہیں۔ ان کی سہولت کے لئے مقامی حکومت، بہت بڑی مسجد سرکاری خرچ پر تعمیر کروارہی ہے۔ یاد رہے کہ سویڈن ایک لا دین ملک ہے۔ وہاں ہر انسان کو اپناندہ بہر کھنے کی اجازت ہے۔ مگر ریاست کا کوئی بھی دین نہیں ہے۔ کچھ عرصے پہلے سویڈن گیا۔ تو ہر فرقہ نے اپنی اپنی مساجد بنارکی تھیں۔ جہاں جہاں مسلمان آباد تھے۔ وہاں وہی بے ترتیبی لاپرواہی لا قانونیت اور صفائی سترہائی کے فقدان کا بول بالا تھا۔ جو ہمارے علاقوں کا خاصہ ہے۔ یہاں میں ایک گزارش ضرور کرو نگا۔ اگر کوئی بھی لوگ سویڈن یا مغرب میں بہترین طور پر گھل مل جاتے ہیں تو وہ ہمارے ہمسایہ ملک کے ہیں۔ ایک تو ان میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ بہت زیادہ ہے۔ اس کے متضاد ہمارے پاکستانیوں کی اکثریت ایک دوسرے سے منفی مقابلے میں مصروف رہتی ہے۔ شاید میں غلط سوچ رہا ہوں۔ پرمیرا خیال ہے کہ ٹھیک سوچ رہا ہوں۔

شاک ہوم سے ملے جاتے ہوئے، ہر طرف جنگل، ہر یا می، جھیلیں اور پانی کے ذخیرے موجود تھے۔ قدرت کے حسن کو انسان نے جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے جس طرح سویڈن میں محفوظ کیا ہے۔ اتنی ریاضت بہت کم ممالک میں دیکھنے کو ملی ہے۔ ملے پہنچا تو حد درجہ بہترین شہر پایا۔ اب تو وہاں بہت تارکین وطن پہنچ چکے ہیں۔ مگر میں بس پہلے یہ ایک بھرپور سفید فام شہر تھا۔ دن میں رہائشی علاقے بالکل سنسان ہو جاتے تھے۔ مکمل خاموشی۔ ایسے لگتا تھا کہ یہاں کوئی بھی نہیں رہتا۔ مگر شام کو گھروں میں روشنی ہی روشنی نظر آتی تھی۔ شور شرابے کا تو خیر سوال، ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر کسی بھی گھر سے کسی شور کی آواز کم از کم باہر سنائی نہیں دیتی تھی۔ دراصل سویڈش لوگ کسی کی ذاتی زندگی میں تانک جھانک نہیں کرتے۔ انہیں اپنی زندگی سے غرض ہے۔ ہمسایگی کا وہ روئیں ہے جو ہمارے ہاں تکلیف دہ حد تک موجود ہے۔ اب تک لاتعداد مرتبہ مغربی ممالک میں جا چکا ہوں۔ ان تمام ممالک میں ریاست اور حکومت حد درجہ مضبوط اور طاقتور ہے۔ ان کی تمام کوشش صرف ایک جانب مختص ہے کہ اپنے شہریوں کی زندگی کو آسان سے آسان تر کیسے بنایا جائے۔ حکومت، عوام کے لئے واقعی محنت بلکہ ریاست کرتی نظر آتی ہے۔ ساتھ ساتھ ریاست کسی بھی شہری کو دوسرے کا حق کھانے کی اجازت نہیں دیتی۔ وہاں، واقعی ریاست ایک ماں کے روپ میں نظر آتی ہے۔ ویسے ریاست ہمارے ملک میں بھی ماں ہی ہے۔ مگر عملی طور پر سوتیلی ماں سے بھی بدتر ہے۔ سویڈن کی بابت عرض کر رہا تھا۔ سینکڑوں بس پہلے Vikings میں سے نکلے تھے۔ جنہوں نے دنیا کو بر باد کر دیا تھا۔ مگر جنگ کی تباہ کاریوں نے ان جیسے ممالک کو امن کی حقیقت سے روشناس کروایا۔ شخصی آزادی، رواداری، مذہبی آزادی، معاشی ترقی، فکری آسودگی کو سویڈن اور ان جیسے ممالک نے اپنی غلطیوں کو درست کرتے ہوئے بتدربن سیکھا اور اس میں وہ مکمل طور پر کامیاب ہیں۔ ہمارا معاشرہ ابھی ذہنی، فکری اور سماجی ارتقاء کے پیچیدہ عمل سے گزر رہا ہے اور یہ حد درجہ مشکل اور تکلیف دہ عمل ہے۔ اصل مسئلہ ہے کہ ابھی تک ہم مغرب کی ساخت اور بات کو نہیں سمجھ پائے اور بالکل اسی طرح مغرب ہمارے ذہن کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ فی الحال یہ دریا کے دوکنارے ہیں جن کے درمیان پانی تو آرام سے چل رہا ہے۔ مگر یہ ایک دوسرے کے قریب آنے سے قاصر ہیں۔